ترکی اور اس کی موجودہ اسلامی تحریکیں

ادارہ (از جناب سعید رمضان صاحب ایڈیٹر "المسلمون" قاہرہ)

عام حالات ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کی رو سے ترکی کی آبادی ۲ کروڑ سے زائد ہے۔ اس آبادی کی عظیم اکثریت ترکوں پر مشتمل ہے۔ اور ترک سارے کے سارے مسلمان ہیں۔

اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے ترکی کو نہایت اہم اور ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اس میں چاروں موسم بیک وقت پائے جاتے ہیں۔ اس کا بڑا حصہ سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ جس طرح جسم میں شریانیں پھیلی ہوئی ہیں اسی طرح اس کے تمام اندرونی حصہ میں دریا رواں ہیں۔ پانی کی بڑی بہتات ہے۔

ترکی قوم کی فطرت اسلامی ہے۔ اس کے تمام افراد مسلمان ہیں، یہاں تک کہ لفظ "ترک" خود مسلمان کا ہم معنی بن گیا ہے اور وہاں جو مسلمان نہیں ہے وہ ترک نہیں ہے۔ اس صورت حال پر کسی کو تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ قوم زندگی و تمدن اور عزت و شرف سے متعارف ہی اسلام کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔

سابق تاریخ انتیس سال پہلے تک دولت عثمانیہ اس دنیا کے ایک بڑے حصے پر پھیلی ہوئی تھی عثمان نے اس کی بنیاد رکھی اور محمد فاتح نے اسلام کی مضبوط بنیادوں پر اسے ایک عظیم الشان سلطنت بنا دیا۔ دولت عثمانیہ کے تخت پر بہت سے صالح، جفاکش اور دیانتدار حکمراں بیٹھے جن کی ان تھک کوششوں سے اس حکومت کو سابق اسلامی حکومتوں کی سی عظمت حاصل ہوئی اور مسلمان اس کے زیر سایہ بغیر کسی تفریق رنگ و خون کے اس اسلامی عدل سے متمتع ہوتے رہے جو اسلام کا مخصوص ورثہ ہے۔ مگر پھر آہستہ آہستہ اس میں بھی ولی عہدی کے رواج نے راہ پائی، حالانکہ اس چیز کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس کے بعد خلفا سلطنت کی بہبود اور ترقی کی فکروں کو چھوڑ کر اپنے عیش و تنعم کے پیچھے پڑ گئے۔ جس کا نتیجہ ایک عام انحطاط اور زوال کی شکل میں نمایاں ہونا شروع ہوا۔ اس کمزوری سے

فائدہ اٹھا کر مغربی قومیں دولت عثمانیہ پر چڑھ دوڑیں اور یہ سلطنت ان کمزوریوں کے سبب سے جو اس کے اندر پیدا ہو چکی تھیں ان مغربی قوموں کے اقدامات کا توڑ نہ کر سکی۔ بالآخر سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے، اس کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور مخالف قوتوں نے اس کے خلاف نہایت مضبوط جتھہ بندی کر لی۔ صیہونی یہودیوں نے اس کے قلب ، فلسطین کو تاکا اور سلطان عبدالحمید سے مطالبہ شروع کر دیا کہ وہ اس حصے کو ان کے حوالے کر دے۔ وہ انکار کرتا رہا اور وہ اس کے لیے برابر سازشوں میں لگے رہے۔ روسیوں نے اپنی سرحدوں سے ملحق علاقوں کو دبا لینے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ انگریز اور فرانسیسی زیادہ ہوشیار اور حوصلہ مند تھے، انہوں نے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس بات کے لیے سازشیں شروع کر دیں کہ بغیر کسی جنگ اور خونریزی کے اس عظیم الشان سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ "فری میسن" تحریک اور صیہونی انجمنوں نے ہر طرف اپنے جال بچھا دیئے اور مسلمان ان کے ہاتھوں میں آلۂ کار بن کر خود اپنی تباہی کے سامان کرنے لگے۔

بالآخر ہر چیز کو "ترکیانے" کی تحریک وجود میں آئی اور ساری دولتِ عثمانیہ کو خالص ترکی قومیت کے رنگ میں رنگ دینے کا غلغلہ بلند ہوا۔ "انجمن اتحاد و ترقی" نے مملکت کی مسلمان رعایا کے اُن طبقات کو بھی اس قومیت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جو ترکی نسل سے تعلق نہ رکھتے تھے اور جو اسلام کے سوا کسی اور رنگ میں رنگے جانے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اپنی سابق یکجہتی کھو کر متصادم گروہوں کے اندر بٹ گئے اور اسلام کے دشمنوں کے لیے یہ بہت سہل ہو گیا کہ وہ ان کو ستا شکار دیکھ کر آسانی کے ساتھ ہڑپ کر جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ترکی کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

موجودہ ترکی آج کا ترکی ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے۔ اب وہ مغربی قوموں کے لیے خوانِ یغما نہیں رہا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس تبدیلی کا راز کیا ہے؟ لیکن اس سوال کے جواب سے پہلے اگر ایک شخص ترکی کے موجودہ مرکزی شہروں پر ایک سرسری نظر بھی ڈالے اور وہاں زندگی کی رفتار کا جائزہ لے تو اس پر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ آج کا ترکی فی الحقیقت ہر پہلو سے

آزاد اور خود مختار نہیں ہے اور نہ وہ ہر پہلو سے ترقی کی طرف جا رہا ہے۔ بلکہ بہت سے پہلوؤں سے وہ بڑی تیزی کے ساتھ انحطاط کی طرف جا رہا ہے۔ ان شہروں کی ہر چیز ـــــ مساجد اور گنتی کے کچھ اللہ کے مخصوص بندوں کے سوا ـــــ اس بات کی گواہی دے گی کہ ترکی اسلام سے بہت دُور ہو چکا ہے۔ اخلاق تباہ ہو رہا ہے، ذہن پراگندہ ہو رہے ہیں اور الحاد کا دَور دورہ ہے۔ ایک لادینی حکومت زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے اہل کتاب اور مشرکین سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ تقریباً پوری قوم اسلام کی حقیقت سے بے خبر بنا دی گئی ہے۔ اخلاقی اور ذہنی خرابیوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی اور جسمانی امراض بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ترکی میں ایسے بے بنیاد نظریات پرورش پا رہے ہیں جو ایک بڑے خوفناک مستقبل کی خبر دے رہے ہیں۔

انہی فتنوں کے درمیان اناطولیہ کا وہ مجاہد ترک بھی بستا ہے جو اپنی فطرت کے لحاظ سے ایک مجاہد اور غیور مسلمان ہے۔ ان کے اندر بلاشبہ ایسے افراد ہیں جو اپنے عہد ایمان پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ اور جن کے اندر اسلامی شجاعت اور اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ اب بھی بھڑک رہا ہے۔ اتاترک کے لائے ہوئے انقلاب نے دینی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے ان پر جو آفتیں ڈھائیں اس کے اثر سے یہ اندر اندر برابر گھل رہے ہیں۔ ان کے اندر مسلمان افراد بھی ہیں اور مسلمان گھرانے بھی ہیں اور درحقیقت ترکی کی قوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں۔ اناطولیہ کے یہی مجاہد تھے جو ہمیشہ اس حکومت کے پشت پناہ رہے ہیں اور دشمنوں کے تمام حملوں کا پوری بے جگری کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ تیس سال پہلے جب دشمنوں نے ترکی کے حصے بخرے کر ڈالے تھے تو اتاترک نے انہی لوگوں کے اندر پناہ لی اور پناہ لینے کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو دشمنوں سے جہاد کرنے پر ابھارے اتاترک نے ان لوگوں کی اسلامی غیرت اور مومنانہ ہمت کو اُبھارا اور ان پر اثر ڈالنے کے لیے ان کے سامنے اپنے آپ کو ہمیشہ ایک ایسے مذہبی اور خدا ترس مسلمان کی صورت میں پیش کیا جو روزے، نماز، اور تمام احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ اس چیز سے متاثر ہو کر اس دیندار گروہ نے اتاترک کا ساتھ دینے کے لیے کمر ہمت باندھ لی۔ اور فوزی چقمق رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں اللہ اکبر کا نعرہ

نکلتے ہوئے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے - اور دیکھتے دیکھتے دشمنوں کو اپنے ملک کے حدود سے باہر نکال دیا۔

جب دشمن کا قلع قمع ہو گیا اور اتاترک کا اقتدار پوری طرح جم گیا تو اتاترک نے یکایک اپنے چہرے سے دینداری کی نقاب اتار دی - لوزان کانفرنس میں اسلام دشمنوں نے اس کے سامنے لادینیت (سیکولرزم) کا جو نظریہ پیش کیا تھا اس کو اس نے قبول کر لیا - پھر یہ چیز اس کے دل و دماغ پر اس طرح حاوی ہو گئی کہ اس نے دین کے حامیوں اور اسلام کے خدمت گذاروں اور ملک اور قوم کے مخلص خادموں کی بیخ کنی کا ارادہ کر لیا۔ اسلام کے مذکورہ دشمنوں نے ظلم و فساد کی کچھ دوسری طاقتوں کے ذریعہ سے بھی اتاترک کی تائید کی اور ان لوگوں نے مل ملا کر اس مشہور انقلاب کی اسکیم بنائی جس کا مقصد یہ تھا کہ ہر وہ چیز جو اسلام سے کسی نوعیت کا بھی تعلق رکھتی ہے اس دلیل کی بنا پر ختم کر دی جائے کہ وہ پستی اور جہالت کا سبب ہے - اس طرح ان لوگوں نے پورے ترکی کو ملحد اور بے دین بنانے کی کوشش کی اور ان ساری چیزوں کو جن کا اسلام سے تعلق تھا یا تو ان کو ختم کرنے کے درپے ہو گئے یا کم از کم ان کو مسخ کر کے چھوڑا - اذان ترکی بنا دی گئی، قرآن ترکی میں کر دیا گیا - رسم الخط لاطینی اختیار کر لیا گیا - ہیٹ پہننا جبری کر دیا گیا - مدرسوں کے نصابِ تعلیم سے دین کو یک قلم خارج کر دیا گیا - جمعہ کی چھٹی اتوار کو کر دی گئی - تمام قوانین اور احکام یورپ سے مستعار لیے گئے اور ان ساری چیزوں میں مغرب کی اندھی تقلید اختیار کر لی گئی - حتیٰ کہ نکاح اور طلاق اور وراثت تک کے متعلق مسلمانوں کے شخصی قانون تک کو بدل ڈالا گیا، اور قرآن کے صریح احکام کے منسوخ کرنے میں تامل نہ کیا گیا، حالانکہ مسلمانوں کے شخصی قانون میں یہ مداخلت انگریزوں اور فرانسیسیوں اور دوسری مغربی قوموں نے بھی نہ کی تھی۔

مجھے اسلامی تحریکات کے بعض کارکنوں نے یہاں تک بتایا ہے کہ اس انقلاب کے ائمہ ایک مرتبہ سر جوڑ کر اسلام اور قرآن کا آخری فیصلہ کر دینے پر آمادہ ہو گئے تھے - ایک گروہ کی تجویز یہ تھی نعوذ باللہ قرآن کو چاک کر دیا جائے، باہر سے اس کا منگانا یا ملک میں اس کا چھاپنا ممنوع

کر دیا جائے ؛ تا آنکہ ہم جو انقلاب لانا چاہتے ہیں یہ پوری طرح ملک کے اندر جڑ پکڑ لے - ان کا خیال یہ تھا کہ جب تک یہ قرآن موجود رہے گا بے چینی اور بے اطمینانی کے اسباب کا خاتمہ ناممکن ہے لیکن انقلابی پارٹی کی غالب اکثریت نے یہ تجویز رد کر دی اور کافی غور و بحث کے بعد اس رائے پر سب متفق ہو گئے کہ آئندہ نسل کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے قرآن کو پارہ پارہ کر دے - اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو بالکل نظر انداز کیا جائے اور زندگی کے معاملات سے اس کو بالکل خارج کر دیا جائے -

نئی اسلامی تحریکیں

(۱) حزب الامت ــــ اس پارٹی کا سنگ بنیاد اس وقت رکھا گیا جب فوزی چقمق رحمۃ اللہ علیہ پر انقلاب کے بعد پہلی مرتبہ اتاترک کی بد عہدی کا راز فاش ہوا اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اتاترک اباحیت اور مخالفتِ اسلام کی راہ پر جا رہے ہیں - اس وقت فوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عہد کیا کہ وہ اپنی پوری زندگی اپنے ملک کے اندر اسلام کو باقی رکھنے کی جد و جہد میں لگا دیں گے - اس مقصد کے لیے انہوں نے "حزب الامت" کے نام سے ایک پارٹی بنائی - لیکن انقلابی پارٹی نے پوری قوت کے ساتھ حزب الامت کی مخالفت کی اور اس کے اندر اپنے ایسے آدمی شامل کر دیئے جو برابر اس جد و جہد میں لگے رہے کہ یہ پارٹی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے -

(۲) تحریکِ نورانیت اس راستے میں دوسرا قدم ایک مشہور کُردی عالم نے اُٹھایا - انہوں نے تحریک "نورانیت" کے نام سے ایک تحریک چلائی - یہ نام ان قرآنی آیات سے ماخوذ تھا جو اسلام کے مقصد کو ظاہر کرتی ہیں یعنی لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالنا - مثلاً يخرجهم من الظلمات الى النور -

ان کُردی عالم کا نام سعید نوری اور لقب بدیع الزمان ہے - یہ ترکی کی پہلی پارلیمنٹ کے، جس کی بنیاد اتاترک نے رکھی تھی، رکن تھے - یہ ساری انقلابی تحریک میں اس کے آغاز سے شریک رہے تھے - اور ان کی وفاداری میں کبھی شبہ نہیں کیا گیا - لیکن جونہی یہ بات کھلی کہ وہ اس بے دین انقلاب کے مخالف ہیں، اُن کو فوراً جیل میں ڈال دیا گیا اور ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے

لیکن یہ مضبوط دل گردے کے آدمی تھے۔ انہوں نے قید خانے ہی کے اندر اپنی دعوت کے اصول مرتب کیے اور جیل سے نکلتے ہی ان کی عام تبلیغ شروع کر دی۔ ان کا لٹریچر کافی وسیع ہے اور ان کی تصنیفات میں سے "دلیل الشباب" اور "عصاءِ موسیٰ" وغیرہ ان کی دعوت کے مقصد کو نہایت خوبی کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ میں اس دعوت کے بانی سے خود مل چکا ہوں اور انہوں نے خود اپنی دعوت میرے سامنے پوری تفصیل کے ساتھ پیش کی ہے۔ اگرچہ اس مردِ بزرگ کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز ہو چکی ہے، تاہم اس ملک میں اسلام کو بچانے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ پچیس سال سے یہ تحریک خاموشی کے ساتھ کام کر رہی ہے اور تقریباً ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔ یہاں تک کہ اب کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی یہ آہستہ آہستہ اپنے قدم جما رہی ہے۔

تحریک اسلامی اور حکومت تحریک نورانیت ترکوں کے اندر ایک عام اسلامی فکر اور مذہبی احساس پیدا کرنے میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوئی ہے۔ اس کا اثر پچھلے انتخابات میں نمایاں ہوا جبکہ قوم نے ریپبلکن پارٹی کو، جو اتا ترک کی پارٹی تھی اور جو تقریباً چوتھائی صدی تک ملک پر حکمراں رہ چکی تھی اور جو انقلاب لانے اور دین کی مخالفت کرنے میں پوری شہرت حاصل کر چکی تھی، اقتدار سے ہٹا دیا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ عصمت انونو کی قیادت بھی ختم ہو گئی اور اس کی جگہ وہ ڈیموکریٹک پارٹی برسرِ اقتدار آئی جس کے لیڈر جلال بایار ہیں۔ اس پارٹی کی کامیابی میں بہت کچھ دخل اس کے ان وعدوں کو ہے جو انتخابات سے پہلے اس نے اسلام کو ترکی میں دوبارہ سربلند کرنے کے لیے کیے تھے۔ لیکن جب اس پارٹی کو اقتدار حاصل ہو گیا تو اس نے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے بجائے صرف رسمی باتوں سے قوم کو مطمئن کر دینا چاہا۔ مثلاً عربی میں اذان دینے کی اجازت، جمعہ کے روز دس منٹ کے لیے ریڈیو سے قرآن کی تلاوت، ائمہ اور خطیبوں کی تربیت کے لیے بعض مدارس قائم کرنے کی اجازت (بشرطیکہ ان کے مصارف کے ذمہ دار عام مسلمان ہوں اور نگرانی ان پر حکومت کی رہے) اور ابتدائی مدارس میں دینیات کی شُدبُد کی تعلیم وغیرہ وغیرہ۔

اس پارٹی کی بدعہدی کے سبب سے وہ توقعات جو دینی تحریک کے خادموں کو انتخابات سے پہلے اس پارٹی سے قائم ہو گئی تھیں وہ یک قلم ختم ہو گئیں اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے پچھلے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ایسی جماعت کی تشکیل کریں جو اس ملک کے اندر اسلامی انقلاب پیدا کرنے کے لیے موثر کام کر سکے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر ایک جماعت "رابطۃ القومیین الاتراک" کے نام سے ظہور میں آئی۔ اس جماعت نے اس زور و شور کے ساتھ کام شروع کیا کہ ایک ہی ہفتے کے اندر اندر اس کی اسّی سے زیادہ شاخیں قائم ہو گئیں۔ پروفیسروں، ڈاکٹروں انجینئروں، وکلاء اور اخبار نویسوں کی ایک نہایت اچھی اور منتخب جماعت اس کے اندر شامل ہو گئی۔ "منفکورہ" کے نام سے ان کا ایک اخبار بھی نکلنے لگا اور بڑی تیزی کے ساتھ اس کی اشاعت بڑھنے لگی۔ جب یہ جماعت زور پکڑتی نظر آئی تو ڈیموکریٹک پارٹی اور دوسری مذہب دشمن پارٹیوں نے خطرہ محسوس کیا اور انہوں نے مل کر جماعت رابطہ پر ایک کاری ضرب لگائی۔ اس کی ساری شاخیں بند کر دی گئیں۔ اس کا فنڈ ضبط کر لیا گیا۔ اس کے اخبارات بند کر دیئے گئے۔ اس کے لیڈروں کو رجعت پسندی اور انقلاب کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ اور وہ حکومت، جو کل تک اسلامی فکر کی علمبرداری کی مدعی تھی، وہ اس بیدردی کے ساتھ اسلامی فکر سے لڑنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی کہ ترکی کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ "رابطہ" کے ارکان و متعلقین کا ہر جگہ تعاقب کیا گیا یہاں تک کہ جس کے اندر ذرا بھی دینداری اور ایمان کی کوئی بُو محسوس ہوئی اس کو طرح طرح کی جسمانی اور ذہنی تکلیفوں میں مبتلا کیا گیا۔ پھر حکومت نے آخری وار حقیق فوزی رحمتہ اللہ علیہ کی اس پارٹی پر کیا جس کا ہم اوپر حزب الامت کے نام سے تعارف کرا چکے ہیں۔

دو نئے قانون | اس سال کے اہم واقعات میں سے وہ دو نادر قوانین ہیں جو ترکی حکومت نے اسلامی فکر کو دبانے کے لیے پاس کیے ہیں اور جن کے خلاف ہر حلقے سے مخالفت اور احتجاج کی صدائیں اٹھی ہیں۔ ان میں سے ایک "قانون" کا نام "قانونِ تحفظِ اتاترک" ہے اور دوسرے کا

نام "قانونِ تحفظِ انقلاب" ۔ ان دونوں قانونوں میں ان لوگوں کے لیے نہایت سخت سزائیں تجویز کی گئیں جو کسی نوعیت سے اتاترک کی تحقیر کا ارتکاب کریں یا اس پر کوئی الزام عائد کریں، یا اس کے مجسموں کو نقصان پہنچائیں، یا اس کی تصویروں کو پھاڑیں۔ اس سے مقصود اس قسم کے جوشیلے نوجوانوں کو گرفت میں لینا ہے جنہوں نے اسلامی فکر کی حمایت کے جوش میں پچھلے سال اس قسم کی بعض حرکتیں کی تھیں نیز ان لوگوں کو بھی گرفت میں لینا ہے جو اتاترک کے لائے ہوئے انقلاب کی مخالفت کریں یا جوابی انقلاب لانے کی تدبیریں کریں۔

میں جب ان دونوں قانونوں پر غور کرتا ہوں تو مجھے صاف نظر آتا ہے کہ حکومت نے یہ قانون پاس کر کے اتاترک کی "ہر دلعزیزی" کا سارا راز فاش کر دیا ہے۔ باہر کی دنیا اب تک اس غلط فہمی میں تھی کہ اس شخص کو ساری ترکی قوم اپنا پیشوائے اعظم مانتی اور پرستش کرتی ہے۔ مگر اس قانون نے یہ بات کھول دی کہ خود ترکی قوم کے ہاتھوں اس شخص کی عزت کو خطرہ لاحق ہے اور قانون بنا کر اس کی آبرو بچانے کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اتاترک کے پرستار ترکی میں اب صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جو انقلابی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور خود اخلاقی بے قیدی اور الحاد کے علمبردار ہیں۔ باقی ترک عوام کے جذبات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پچھلی تحریکات میں اتاترک کے مجسمے تمام ترکی میں بکثرت مقامات پر توڑ دیئے گئے اور جہاں تک اس کی تصویروں کا تعلق ہے دو ایک تصویروں کے سوا شاید ہی کوئی تصویر پھاڑے جانے سے بچی ہو۔

دوسری حقیقت جو ان تمام واقعات سے ایک صاحب نظر پر واضح ہوتی ہے یہ ہے کہ انقلابی پارٹی کی ساری مخالفِ اسلام سرگرمیوں کے باوجود ترکی قوم ابھی تک اسلام اور ایمان سے خالی نہیں ہوئی ہے اور انقلابی پارٹی کی تیس سالہ حکومت ترکوں کو لادینیت پر جمانے میں بالکل ناکام رہی ہے۔ یہ صورتِ حال اس بات کی نہایت واضح دلیل ہے کہ ترکی قوم کے اندر دین کی جڑ نہایت گہری اور مضبوط ہے اور یہ جدوجہد جو اس کو اسلام سے ہٹانے کے لیے کی جا رہی ہے اسے اسلام سے ہٹانے کے بجائے اس کے ایمان میں اضافے کا باعث ہوگی اور یہ بے دینی اور اباحیت جو ترکی کے بڑے بڑے شہروں میں پھیل رہی ہے اور یہ انحطاط کے آثار جو بے دین گروہ کے اندر نمایاں ہو

رہے ہیں۔ یہ ساری چیزیں انشاء اللہ داعیانِ اسلام کے مقصد کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ بنیں گی۔

ایک اہم ضرورت | خلاصہ یہ ہے کہ ترکی میں اسلامی تحریک برابر زور پکڑ رہی ہے اور برابر اس کو نئے نئے انصار و اعوان مل رہے ہیں۔ البتہ ایک بات قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تحریک اس دور میں اس بات کی سخت محتاج ہے کہ اس کو صحیح سمت میں رہنمائی کرنے والے ملیں۔ قوم پرستی کا جو صور ترکی میں پھونکا گیا تھا وہ اس زور کا تھا کہ اس سے اسلامی تحریک کے بہت سے کارکن بھی متاثر ہو گئے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہے کہ ان میں سے بعض کے اندر قومیت اور اسلامیت دونوں کے نظریات بیک وقت کام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جوشیلے نوجوان، جو فی الحقیقت اسلام کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں، غلط فہمی کے سبب سے قومیت کے راستوں پر نکل جاتے ہیں اور اس سے ان کی اسلامیت کی شکل بسا اوقات اس قدر بگڑ جاتی ہے کہ اس کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں ان لوگوں کو صحیح اسلامی فکر سے روشناس کرانے اور اسلام اور غیر اسلام کا فرق سمجھانے کی بڑی ضرورت ہے۔

اسی طرح عملی اعتبار سے بھی بہت سی مشکلات ان کی راہ میں حائل ہیں۔ مَیں نے ان میں سے کتنوں کو پایا ہے جو عمل کا سچا جوش رکھتے ہیں، مگر ان کو پتہ نہیں کہ اسلامی انقلاب لانے کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے۔ وہ دعوت کے پھیلانے میں رات دن اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں لیکن انہیں صحیح طور پر یہ نہیں معلوم کہ ایک سچے مسلم فرد، ایک سچے مسلمان خاندان اور ایک سچی اسلامی سوسائٹی کو وجود میں لانے کے لیے انہیں کیا قدم اٹھانے چاہئیں۔

بہر حال آج کا ترکی نہایت تیزی کے ساتھ روشنی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

(المسلمون، مصر)